ماخذ تحقیقی مجلہ

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-21

OPEN ACCESS

CC BY NC

ڈاکٹر پروین اختر کلو
اسکالر پوسٹ ڈاکٹریٹ IRI اسلامک انٹر نیشنل یونیورسٹی اسلام آباد۔
پروفیسر ڈاکٹر مشتاق احمد
پروفیسر شعبہ اردو، سیالکوٹ یونیورسٹی۔

"حسن کی صورتحال" کے کرداروں میں فلسفہ وجودیت

Dr. Parveen Akhtar Kallu *
Postdoctoral Fellowship IRI Islamic International University Islamabad.
Prof. Dr. Mushtaq Ahmad
Professor Department of Urdu University of Sialkot.
***Corresponding Author:** drparveenkallu@gcuf.edu.pk

Existential Philosophy in the Characters of "Hassan ki Soort-e-Hall"

“Hassan Ki Soorat-e-Hall”is a thick and unconventional novel consisting of 600 pages and 21 chapters. It is a complex and complex novel. This novel explains various aspects of human psychology. The important elements of human life and basic human desires, wealth, honor, fame and sex, are presented in this novel. How a person chases after these things. We study this through different characters. Like Professor Safdar Sultan, Saeed Kamal (in each character), Irshad and Jabbar, fame, police, theater actors and Seth Safdar Sultan, sex, Saifi and Anila are seen striving to achieve wealth and honor. This is an interesting situation. Along with human characters, there are also some non-human characters in the novel such as megaphone, paperweight, ring, bottle and round table. What a world of film and theater is inhabited in the novel. The author has presented most of the events of the novel through the character Hassan Raza Zaheer. The author has presented an analysis of the psychology of Hassan Raza Zaheer. This novel is different from Mirza Athar Baig's other novels, the only similarity is that the desire to break the kidney has become

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-21

more intense. Many characters in the novel have the same names. This similarity fuels chaos. You will find glimpses of surrealism. Hassan's situation introduces us to a strange and strange world. In this novel, the rise of civilization, the ideas of world domination through science, political ups and downs, the struggle to create a world record, the style of film script writing and the repetition of eponymous characters make the novel interesting. In this novel, Mirza Athar Baig has used the technique of screenplay. The style, tone and technique of the novel are new experiences. An existential study of the characters in this novel is presented here.

Key Words: *Existentialism, "Hassan Ki Soorat-e-Hall", Mirza Athar Baig, Hassan Raza Zaheer Professor Safdar Sultan, Saeed Kamal, Irshad, Jabbar, Saifi, Anila.*

مرزا اطہر بیگ اردو فکشن میں اہم شہرت رکھنے والے ادیب ہیں۔ انھوں نے کئی ایک نمایاں ناول لکھے ہوئے ہیں۔ "حسن کی صورتحال "ایک ایسا ناول ہے جس میں انھوں نے ایک کردار "حسن رضا ظہیر" کے ذریعے سے وجودی نظریات پیش کیے ہیں۔ اس کے علاوہ ناول کے سب کردار ہی وجودیت سے بھرپور ہیں "حسن کی صورتحال "ایک وجودی ناول ہے جس کے تمام کردار اپنے وجودی فکر کی تلاش میں ہیں۔ ابتدا ہی سے ایک وجودی فضا مہیا ہے جس کی وجہ سے ناول کے تمام اجزاء یعنی کردار، پلاٹ، مکالمہ، زمان و مکان اور واقعات کے باہم یکجا ہونے سے ایک ایسی حیرانگی کی فضا جنم لیتی ہے کہ قاری حیران رہ جاتا ہے۔ پورے ناول میں خواب اور حقیقت کی باہمی سرحدوں کا یقین دلانا بظاہر ناممکن نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ناول کا راوی خود بھی اس کے متن کو بیانیہ کی بجائے حیرانیہ کا نام دیتا ہے۔ یہی ایک وجودی سوچ ہے جو "سرریئلسٹ مینی فیسٹو (۱۹۲۴ء)" کے مساوی نظریہ ہے۔ ناول کے کردار ایک جانب تو شعور کی کارفرمائی کے حامل نظر آنے کی سعی لاحاصل میں سرگرداں و پریشاں ہیں تو دوسری طرف لاشعور کے تحت پیش آنے والے مسائل کی نشان دہی کی کوشش میں ہیں۔ ساتھ ساتھ یہ کردار تحت الشعور کو حقیقت سے ہم کنار کرنے کے شائق ہیں۔ ان کرداروں کے سنگ عجیب طرح کا خوابیدہ ماحول ہلکورے لے رہا ہوتا ہے۔ یہ کردار خیال اور حقیقت کے داخلی ادغام کے درمیان پھنسے ہوئے ہیں۔ یعنی فکشن اور وجودیت کی چکی کے دو پاٹوں کے بیچ اپنی وجودیت سے ہریشان ہیں۔ ناول کا پلاٹ بھی ترتیب کے ڈھیلے پن کی وجہ سے بے ترتیب اور بکھرا ہوا ہے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-21
ماخذ تحقیقی مجلہ

"ایک ہنگامہ برپا ہو جاتا ہے۔ تماشائی بھاگنے لگتے ہیں۔ گدھا رسی تڑا کر چاروں طرف بھاگنے لگتا ہے اور اس کے دونوں سر لوگوں کو کاٹنے لگتے ہیں اور وہ دولتیاں مارنے لگتا ہے۔

مالک:۔ آن بان۔۔۔۔ آن بان۔۔۔۔ بیٹا۔۔۔۔ بیٹو۔۔۔ آن بان بیٹو

اچانک تیرہ فٹ کا سانپ گدھے کے دونوں سروں کے اوپر گرتا ہے۔ گدھے کا ایک منہ اس کے سر کو پکڑ لیتا ہے دوسرا دم کو۔"(۱)

ناول نگار نے وجودی تکنیک کے استعمال سے تمام ناول کی فضا کو پینٹ کیا ہوا ہے۔ یعنی مرزا اطہر بیگ اگر ایک طرف اس میں وجودیت کو برت رہا ہے تو دوسری جانب اسی کو جواز بھی فراہم کرنے کی کوشش میں مصروف ہے کہ یہ تکنیک نئے نظریات میں اہم حیثیت کی حامل ہے۔ وجہ یہ ہے کہ وجودی تخلیق کار عقل اور شعور کا عمل دخل ہونے کی وجہ سے بعض حقائق کو چھپاتا ہے۔ اس میں نفسیاتی عمل کا آزادنہ اظہار کیا جاتا ہے۔ اس کا بعض اوقات یہ نقصان بھی ہوتا ہے کہ اس اندازِ تحریر کی وجہ سے اُسے عوام الناس کی جانب سے اعتراضات کا بھی سامنا کرنا پڑ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا اطہر بیگ نے وجودی عناصر کو اپنے ناولوں کا حصہ بنایا ہے۔ اور وجودی عاصر کے لا محدود امکانات سے فائدہ اٹھایا ہے۔ یہ علامتی اور اساطیری تاروپود اس کے ناولوں کی حساسیت میں اضافہ کرتا ہے۔ مثلاً ان کے ناولوں میں ایک قسم کی بے ترتیبی پائی جاتی ہے مگر اس بے ترتیبی کا ایک خاص بکھراؤ کے بعد فارمولاتی طریقہ سے الجھاؤ اور پھر اسی بے ترتیبی میں ایک خاص ترتیب کا پایا جانا ہی ناول نگار کا کمال ہوتا ہے۔ ساتھ ساتھ اس دیس میں جہاں اظہار رائے پر پابندی ہوتی ہے۔ غلط مذہبی تشریحات جابجا بکھری ہوتی ہیں۔ فرقہ واریت کا جن ہر سو اپنے پنجے گاڑھے ہوئے ہوتا ہے۔ بے روزگاری حد سے بڑھی ہوئی ہے۔ دہشت گردی نے پورے معاشرے میں بدامنی پیدا کر دی ہے۔ جب ریاستی ادارے کو خود کو ریاست سمجھ رہے ہیں خود ہی اس مسئلے کو حل کرنے میں دلچسپی نہیں رکھتے تو پھر کسی اور سے کیا توقع رکھی جا سکتی ہے۔ پورا معاشرہ عدمِ برداشت کی وجہ سے تباہی کے دہانے پر پہنچ چکا ہے۔ فرد کی نفسیاتی تنہائی اپنے پورے عروج پر ہے۔ سچے خیالات اور اظہار رائے کو آپ سامنے نہیں لا سکتے۔ اس حوالے سے ایک اہم اقتباس ہمارے سامنے یوں لایا جاتا ہے وہ ایک کردار کی زبان یوں بولتا ہے:

"جہاں زباں بندی ہے اور پھر بھی تمھیں بکواس کرنا ہے تو سرریئلزم کا چور دروازہ تو ہے ہی۔"(۲)

اسی طرح ایک اور جگہ ناول کا دوسرا کردار یوں اپنے جذبات کا اظہار کرتا ہے:

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-21
ماخذ تحقیقی مجلّہ

"جنہیں ہم نے نہیں چھیڑنا۔ مجھ سے بہتر کون جانتا ہے۔ اتنا عرصہ ٹی وی میں پالیسی کے مطابق کام کرتے رہے ہیں۔ آخر۔ لیکن یہاں فلم۔۔۔ اب بالکل ویسا بھی نہیں۔۔۔ بات کرنی ہے ہمیں لیکن۔۔۔ ایسے طریقے سے کہ پتہ پہ نہ چلے اور بات کر بھی جائیں۔۔۔ صفدر صاحب آپ فکر نہ کریں۔۔۔ یہ میری ذمہ داری ہے۔"

"کہتا تھا میں ۔۔۔ کہا تھا میں نے۔۔۔ بہت کہا۔۔۔ باز آجاؤ۔۔۔ باز آجاؤ نہیں تو ڈاڑھیاں آجائیں گی۔۔۔ اور ایسی آئیں گی کہ نکالے نہیں نکلیں گی۔۔۔ تمہاری۔۔۔ میں کہتا تھا سنبھل جاؤ۔ اب خدا کا ویر ہوتا ہے۔ اور اب آگئی ہے۔ کر لو جو کرنا ہے۔ گول۔ گولی بھونڈی۔"(۳)

اس ناول کی کہانی ایک فلمی گروپ جو "سوانگ پروڈکشن" کے گرد گھومتی ہے۔ یہ کمپنی پاکستان کی پہلی سرریلسٹ فلم بنانے کی کوششوں میں مصروف ہے۔ فلمی گروپ کے لوگ عجیب کردار ہیں۔ ایک تو یورپ کا تعلیم یافتہ ڈائریکٹر جو خود بھی سمجھ نہیں رہا کہ فلم کیسے بنائی جائے۔ دو مقامی مصنفین ہیں۔ ایک کیمرہ مین ہے جو خوشی اور الجھن والے رجحان کا حامل ہے۔ فلم کا ٹائیٹل بھی عجیب ہے اس کا نمائشی نام "یہ فلم نہیں چل سکتی" ہے۔ یہ تمام افراد اس فلم کو بنانے کے لیے ہر قسم کے حالات میں بنانے کی کوششوں میں ہیں۔ ایک مقامی صنعت کار اس فلم کی ہیروئن سے جنسی خواہش پوری کرنے کے لالچ میں فلم پر پورا سرمایہ لگانے کو تیار ہے۔ لیکن فلم شروع ہونے سے پہلے ہی پروڈکشن والے ڈر جاتے ہیں، کیوں کہ ان مختلف سیاسی، سماجی اور مذہب حلقوں کی جانب سے دھمکی آمیز کالز آنا شروع ہو جاتی ہیں۔ ان کے خیال میں ثقافت اور دیگر متعلقہ امور پر رقم ضائع کرنا فضول ہے۔

بہر حال جیسے تیسے سوانگ پروڈکشن والے اپنی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں۔ اس سلسلے میں وہ ایک دلچسپ کردار ارشاد کباڑیہ سے ملتے ہیں۔ یہ شخصیت بھی عجیب طرح کے مسائل کا شکار ہے۔ کباڑیہ ہونے کی وجہ سے یہ عجیب طرح کا کباڑ تلاش کرتا رہتا ہے۔ ساتھ ساتھ تھیٹر کے لوگ "پاگل سرکس" اور "عوامی تھیٹر" کے اداکاروں سے بھی ملتے ہیں۔ دراصل سوانگ کمپنی اپنے دور کی عجیب و غریب فلم بنا کر عوام و خواص میں شعور و آگہی پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ مگر جیسا کہ ہمارے معاشرے کا دستور ہے کہ ایسی فلم کو بننے ہی نہیں دیا جاتا۔ بہر حال یہ لوگ اپنی کوششوں میں مصروف ہیں کہ ایک دن وہ سب ایک خودکش بمبار کے ہاتھوں اپنی ٹیم اور چند تماشائیوں سمیت

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-21

ہلاک ہو جاتے ہیں اور یوں پاکستان کی پہلی وجودی فلم کا خواب ادھورا رہ جاتا ہے۔ ایک کردار اس حوالے سے یوں گویا ہے:

"میں انیلا بلال ہوں۔۔۔ میں ایک فلم بنا رہی ہوں جس کا نام ہے۔۔۔۔۔۔۔ یہ فلم نہیں بن سکتی۔۔۔۔ یہ ایک سر رئیلسٹ فلم ہو گی۔۔۔ جس میں پتہ ہی نہیں چلے گا کہ حقیقت کہاں سے شروع ہوتی ہے۔۔۔ اور غیر حقیقت کہاں سے۔"(۴)

ایک اور جگہ کچھ کرداروں کی گفتگو ایسی ہے کہ ان کو خود بھی سمجھ نہیں آ رہی کہ وہ یہ سب کچھ کیوں کر رہے ہیں۔ اس لیے ایک دوسرے کو تنبیہ کر رہے ہیں:

"سر: کلچر، آرٹ، موسیقی، فلم، تھیٹر یہ سب خالی جگہیں ہمیں پُر کرنا ہوں گی۔ نہیں تو وہاں کچھ اور گھس جائے گا۔"

آواز: ہا—ہا—ہا—Excellent۔۔۔ان کے دماغ میں بات کو ڈال دو۔ بلے۔۔۔ طریقے سے۔"

سر: لیکن دیکھ لیں سر۔ وہاں "روک دینے والے"۔ "بہتر کرنے والے" بھی ہوں گے۔"(۵)

اسی طرا ایک اور کردار جھنجھلاہٹ بھرے انداز میں اپنے دل کی بھڑاس اس طرح نکالتا ہے:

"یہ کنجر لوگ ہیں۔ ان کا تو کام ہی یہی ہے۔ ویسے میں تمھیں بتادوں۔۔۔۔۔ تم فلم والے ہو نا۔۔۔ ساری بدماشی دکھاتے ہو۔۔۔ زانی دھندے بس سال دو سال کی بات ہے۔۔۔ سب بند ہو جائیں گے۔۔۔ وہ سب بند کر دیں گے۔"(۶)

"حسن کی صورتحال" میں مرزا اطہر بیگ نے اپنے زرخیز تخیل سے ایک ایسی فضا کھڑی کر دی ہے کہ ہر کردار اپنے نفسیاتی مسائل کی وجہ سے اپنے زاویے سے سرچ کر رہا ہے مگر وہ اس سے نکل نہیں پاتا۔ ناول کا مرکزی کردار "حسن" اپنی زندگی میں ایسی مجبوریاں سامنے دیکھتا ہے کہ اُسے ہر جگہ اُنھیں پُر کرنا پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ناول کا ذیلی عنوان "خالی جگہیں پُر کرو" اسی وجہ سے رکھا گیا ہے کہ ناول کے کرداروں عجیب طرح کے وجودی کیفیات کے حامل ہیں کہ اس سے پہلے ایسا ناول لکھا ہی نہیں گیا۔ یہ اردو ناول کی روایت میں انوکھا اور مفرد تجربہ ہے

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-21

جس نے قارئین کو حیران کر دیا ہے۔ یہ ایک ایسا مابعد جدیدیت کا حامل ناول ہے جس میں انھوں نے اپنے تمام کرداروں میں وجودیت کے رنگ بھر دیئے ہیں۔

مرزا اطہر بیگ اس سے پہلے بھی ۲۰۰۶ء میں "غلام باغ" کے نام سے ایک شاہکار ناول لکھ چکے تھے جو ان کی اصل پہچان بنا۔ "غلام باغ" بھی مابعد جدید ناول ہے۔ اس طرح ان کا ایک اور ناول "صفر سے ایک تک" بھی اسی طرح کے مسائل پر اظہارِ خیال کیا ہے۔ جب جنوبی ایشا میں نو آبادیاتی دور کے بعد پیدا ہونے والی سماجی اور ثقافتی صورتحال کیا بنی تھی۔ یہی صورتِ حال "حسن کی صورتحال" میں بنی ہے کہ انھوں نے خالص وجودی نظریے سے لکھا ہے۔ جہاں ایسی فضا تخلیق کی گئی ہے کہ ہر فرد اپنے وجود کی فکر میں مبتلا ہے۔ اس حوالے سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

> "ناول انسانی وجود، آزادی اظہار اور بے معنویت جیسے سوالات پر لکھا گیا ہے۔ ناول کے کردار اپنے وجود اور زندگی کے "معنی" پر سوال اٹھاتے ہیں اپنی زندگی کے حادثات انھیں بار بار اس سوال کی طرف لاتے ہیں کہ کیا ان کی زندگی کا مقصد کسی کے تابع ہے؟ یا یہ کہ ان کے ساتھ پیش آنے والے حادثات کیوں پیش آرہے ہیں؟ ناول کے سارے کردار اسی بات کی کشمکش میں مبتلا ہیں۔"(۷)

ناول کا مرکزی کردار جس کا مکمل نام "حسن رضا ظہیر" ہے جو اپنی زندگی میں خالی جگہوں کو پُر کرنے کا شائق ہے۔ وجہ یہ ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ میری زندگی میں کوئی ایسا خلا نہ رہ جائے جو بعد میں خالی رہ کر مجھے ہی تکلیف میں مبتلا کر دے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ایک ایسا ناول ہے جس میں حسن رضا ظہیر کی ذہنی سطح کو دکھایا گیا ہے۔ وہ ہر وقت کنفیوژن کا شکار ہے اور اپنے وجودی توازن کے بگڑاؤ کا شکار ہے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ مرزا اطہر بیگ کے اکثر ناول روایتی معیار سے ہٹ کر ہیں۔ ان سب میں انھوں نے مابعد جدیدیت کے طریقے استعمال کیے ہیں اور ناول کے روایتی طریقہ کار سے انحراف کیا ہے۔

یہ بات عام طور پر نوٹ کی گئی ہے کہ ناول کے پلاٹ، کردار اور بیانیہ وغیرہ میں ناول کے ہر دور میں تبدیلی کی گئی ہے۔ خواہ وہ اصلاحی دور ہو، خواہ وہ ترقی پسند دور ہو یا پھر جدیدیت ہو۔ تبدیلی ہر دور کا تقاضہ رہی ہے۔ اسی طرح مابعد جدیدیت دور میں بھی تکنیک کے پُر پیچ تجربات کیے گئے ہیں جس سے ناول کی تفہیم میں بہت سی دشواریاں بھی پیش آئیں۔ اس قبیل کے ناولوں میں مرزا اطہر بیگ کے ناول شامل ہیں۔ ان میں "غلام باغ" بھی اس

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-21

مابعد جدیدیت کی ایک اہم مثال ہے جس میں بیانیہ کی سطح پر مختلف تجربات کیے گئے ہیں۔ البتہ یہ ہے کہ مرزا اطہر بیگ نے اس ناول میں کئی تجربات کیے ہیں۔ اس حوالے سے عبد اللہ حسین لکھتے ہیں:

> "غلام باغ" اپنے مقام میں اردو ناول کی روایت سے قطعی ہٹ کے واقع ہے۔ بلکہ انگریزی ناول میں بھی یہ تکنیک ناپید ہے۔ اس کے ڈانڈے یورپی ناول خاص طور پر فرانسیسی پوسٹ ماڈرن ناول سے ملتے ہیں۔ ناول ایک انگریزی کا لفظ ہے جس کا مطلب "نیا" بلکہ اس کے اصل معنی "انوکھا" ہیں۔ اس لحاظ سے غلام باغ صحیح معنوں میں ایک ناول ہے۔"[۸]

جب ہم "غلام باغ" پر نظر ڈالتے ہیں تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس کے کردار بھی وجودیت کا شکار ہیں۔ مثلاً ایک اقتباس میں دیکھیں:

> "دراصل یا ڈاکٹر میرے اندر تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں لیکن ایک بار پھر بتانے میں کوئی حرج نہیں۔ میرے اندر ایک کھلبلاہٹ ہوتی ہے خیالوں، واہموں، پرچھائیوں، تصویروں، رنگوں، آوازوں، خوشبوؤں، ذائقوں حتیٰ کہ دردیلے اور لذیلیے۔۔۔۔ اور لمسوں کی یورش شروع ہو جاتی ہے اور پھر کہیں سے لفظوں کی فوج ظفر موج ٹڈی دل کی طرح ان سب پر یلغار کر دیتی ہے۔ عجیب گھمسان کا رن پڑتا ہے۔ عجیب پکڑ دھکڑ، الامان والحفیظ ایسی افراتفری اور تلاطم برپا ہوتا ہے کہ خدا کی پناہ۔ نتیجہ یہ ہے کہ میں پھر بک بک کرنے لگتا ہوں۔ اگر کوئی تمہارے جیسا صابر سا سامع سامنے ہو تو غنیمت ہے۔ نہیں تو کاغذ پر گھسیٹ ڈالتا ہوں۔"[۹]

یہی وجودی اثرات "غلام باغ"، "صفر سے ایک تک" اور "حسن کی صورتحال" تک پہنچ جاتے ہیں۔ البتہ "حسن کی صورتحال" میں یہ انفرادیت ہے کہ اس کے حقیقی اور غیر حقیقی کردار سب کے سب وجودی اثرات لیے ہوئے ہیں۔ غیر حقیقی کرداروں میں میز، میگا فون، وائن کی بوتل وغیرہ۔ مصنف ان کی وجودی واہموں پر بھی تبادلہ خیال کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ہاں فلسفہ وجودیت کے حامل کردار پائے جاتے ہیں۔ اس ناول میں انسانی کرداروں کے ساتھ ساتھ بے جان اشیاء بھی ان کرداروں کی طرح کہانی کو آگے بڑھاتی ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ یہ اشیا بھی انسانی جانوں کی طرح اہم اور ضروری ہیں۔ نہ ان کو انسانوں سے الگ کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح جب ہم اپنی توجہ اشیا کی تاریخ بیان کرنے پر صرف کرتے ہیں تو انسانوں کی دنیا کچھ دیر کے لیے منجمد ہو جاتی ہے اور اشیاء ہمارے

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-21
ماخذ تحقیقی مجلہ

سامنے مرکزی حیثیت اختیار کر لیتی ہیں۔ ہم انسانی کہانیوں کو ایک مختلف تناظر میں دیکھنے کے لیے ایک انوکھے تجربے سے دوچار ہوتے ہیں۔

مرزا اطہر بیگ کے اس ناول کا مرکزی نقطہ ایک چار صفحات کا ایک افسانہ تھا۔ جس کا عنوان تھا "اچٹتے خوف کی داستان "جب انھوں نے یہ افسانہ لکھا تو محسوس کیا کہ اس کے کئی حصوں میں پھیلاؤ کی گنجائش موجود ہے۔ اور جب اس پھیلاو کو سپردِ قلم کیا تو کہانی چھ سو صفحات کا ایک ضخیم ناول منصہ شہود پر آیا۔ اب یہ بھی کمال ہے کی بات ہے کہ محض چار صفحے کے افسانے کو ایک طویل ناول کی شکل دی جائے۔

اس ناول میں ایک سو بیس انسانی کرداروں کے ساتھ کباڑ کمپلیکس اور فلم پروڈکشنز بھی شامل ہیں۔ کرداروں کی وجودی کیفیات کی وجہ سے ناول میں عجیب طرح کی سچوئشن بنی ہوئی ہے اور ہر کردار اسم بامسمیٰ بن گیا ہے۔ کئی کردار ایک ہی نام کے ہیں مگر ان کو پیشوں کے حساب سے بھی پکارا گیا ہے۔ جب کہ دیگر کو مختلف بے جان اشیاء کی خصوصیات کے ساتھ منتھی کیا گیا ہے۔ یہ کرداروں کی جدت بھی ہے اور نئی معنویت بھی۔ اس حوالے سے سلیم الرحمان لکھتے ہیں:

> "ایک ہی نام کے مختلف کردار بے معنویت پیدا کرتے ہیں۔ ناموں میں کیا رکھا ہے؟ اگر مصنف کچھ زیادہ بہادری کا مظاہرہ کرتا تو تمام کرداروں کو ایک نیا نام دے سکتا تھا لیکن یہ تمام قارئین پر ستم ڈھانے کے مترادف ہے۔"(۱۰)

چوں کہ زیادہ تر کردار تھیٹر، سرکس اور فلمی دنیا سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے ان کو کہانی بڑھانے کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ ایک اور بات بھی ہے کہ ان کرداروں کی وجودی حیثیت کی وجہ سے ان کرداروں کی عجیب طرح کی نفسیاتی حالت ہو جاتی ہے اور یہ لوگ مختلف طرح کے کمپلیکس کا شکار ہوتے ہیں۔ جب مرزا اطہر بیگ سے حوالے سے پوچھا گیا تو انھوں نے یوں جواب دیا:

> "جو کردار ہم تخلیق کرتے ہیں فکشن میں وہ بالکل فرضی ہوتے ہیں۔ کم از کم میں نے تو ایسا کبھی نہیں کیا کہ زندگی سے یا اپنے تجربے سے کچھ کردار اٹھائے ہوں یا مجھے زندگی میں کچھ ایسے لوگ ملے ہوں جن کو میں نے ناول میں کردار کی صورت میں پیش کیا ہو۔ وہ پوری طرح میرے تخیل کی پیداوار ہوتے ہیں۔"(۱۱)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-21
ماخذ تحقیقی مجلہ

ناول کے بیانیہ میں یہ کردار اپنی وجودی خصوصیات کی وجہ سے مسائل کا شکار ہیں۔ ان کے کمپلیکس کی ایک خاص وجہ ان کا تاریخی لحاظ سے منفرد ہونا بھی ہے۔ مثلاً اس ناو کا مرکزی کردار حسن رضا ظہیر ایک تاریخی کردار حس ن ناصر کے ساتھ مماثلت رکھتا ہے۔ حسن ناصر کے بارے میں یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

> "حسن ناصر مظلوم طبقات کے حق میں آوز اٹھانے اور جبر کے نظام کو بدلنے کی پاداش میں حکمرانوں کے غیض و غضب کا نشانہ بن گئے۔ تیرہ نومبر ۱۹۶۰ء کو لاہور کے بدنام زمانہ عقوبت خانہ شاہی قلعہ میں خوفناک تشدد کے بعد قتل کر دیئے گئے۔ موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔"(۱۲)

اس کردار کے ساتھ حسن رضا ظہیر کی مماثلت بھی یہی ہے کہ حسن ناصر پر مظلوم عوام کے لیے آواز اٹھانے کی پاداش میں قتل کیا گیا۔ اسی طرح حسن رضا ظہیر پر بھی گول میز کانفرنس کرنے پر الزام لگایا گیا کہ وہ لوگ کیوں ایک فلم پروڈکشن کے لیے ایسا کر رہے ہیں اور جس طرح حسن ناصر کئی دن روپوش رہا اسی طرح حسن رضا ظہیر بھی تین دن کے لیے لاپتہ ہو جاتا ہے۔ یہی اس ناول کی وجودی حیثیت مسلم ہے۔ اس کے کئی دیگر کردار جیسے پروفیسر صفدر سلطان، سعید کمال، سیفی، انیلا بلال، عبدالجبار، ارشاد، ماسٹر یاسین، خوشیا، غیاث، بے بی کٹھار، سینڈو اور خان وغیرہ مختلف طریقوں سے اپنے الگ الگ وجودی حیثیت میں اپنے مسائل کی وجہ سے پریشان ہیں۔

مجموعی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ "حسن کی صورتحال" جدید اسلوب اور منفرد موضوع کے حوالے سے اور نئی عصری حیثیت کے حوالے سے اردو ناول نگاری میں ایک انوکھا تجربہ ہے۔ پہلی بار ناول میں بم دھماکے، غیرت کے نام پر قتل، مذہبی و فرقہ وارانہ انتہاپسندی میں ملک کو گھرا ہوا دکھایا گیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ملک پر بے عقل، پر تشدد، مفاد پرست، رجعت پسند اور بنیاد پرستوں کی حکمرانی ہے۔ یہ طبقہ بے حس ہے اور وطن کی محبت ان کے دلوں سے اتری ہوئی ہے۔ ناول میں پہلی بار بنیادی شعوری اور لاشعوری تجربہ کو گرفت میں لیا گیا ہے جو کہ ادب، سائنس اور فلسفے کو کامیابی کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے۔ اس طرح وجودی حیرتوں کو پہلی بار دیکھا گیا ہے۔ الغرض مرزا اطہر بیگ نے "حسن کی صورتحال" میں سرریئلزم کی تکنیک کا باقاعدگی سے استعمال کیا ہے اور یہ دکھایا کہ اس کے بیش تر کردار وجودی حیثیت کے حامل ہیں۔

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-21

حوالہ جات

۱۔ مرزااطہر بیگ، "حسن کی صورتحال"، سانجھ پبلی کیشنز، لاہور ۲۰۱۴ء، ص ۴۹۳

۲۔ ایضاً، ص ۳۰۴

۳۔ ایضاً، ص ۱۲۰

۴۔ ایضاً، ص ۵۷۵

۵۔ ایضاً، ص ۳۰۲

۶۔ ایضاً، ص ۵۱۲

۷۔ اقبال خورشید، "مرزا اطہر بیگ کی صورتحال"، مشمولہ، سنڈے ایکسپریس، راولپنڈی، ۲ نومبر ۲۰۱۱ء، ص ۲۱

۸۔ عبداللہ حسین، (غلام باغ) از مرزااطہر بیگ، سانجھ پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۵ء، بیک فلیپ

۹۔ مرزااطہر بیگ، غلام باغ، سانجھ پبلی کیشنز، لاہور، ص ۱۳۔۱۴

۱۰۔ ایضاً، ص ۶۸

۱۱۔ نجیبہ عارف، مرزاطہر بیگ سے گفتگو، دنیازاد، اے جی پرنٹنگ پریس، کراچی، نومبر ۲۰۱۶ء، ص ۲۶۹

۱۲۔ کامریڈ حسن ناصر کی یاد میں sutag,org/point/60246